Academic Discipline for Quranic Higher Education

تخصص علوم و حکمت قرآن کے لیے مقررہ نصاب کے مطابق

اصطلاحات قرآن

اَلْمَالُ

الاستاذ: ابو الفضل نور احمد سندھی

ناشر

جامع مسجد ربانی، ہائی وے کالونی، سیکٹر C-18، اسکیم-33، نزد جمالی پُل، M-9 موٹروے، کراچی

فون: 0313-2707097

www.hikmatequran.org hikmatequran@gmail.com Hikmat-e-Quran Institute

ابن الاثیر نے کہا ہے کہ مَالٌ اس سونے چاندی کو کہتے ہیں جس کا کوئی مالک بن جائے۔ اس کے بعد دوسری چیزوں کے ذخیرے کو بھی مَالٌ کہنے لگ گئے۔ عربوں کے ہاں زیادہ تر اونٹوں کے گلے کو مَالٌ کہتے تھے۔ کیونکہ ان کے مال زیادہ تر اونٹوں ہی کی شکل میں ہوتے تھے۔ تاج العروس اور محیط المحیط نے اس مادہ کی کچھ مثالیں اس طرح دی ہیں رَجُلٌ مَیِّلٌ بڑا مالدار آدمی۔ مُلْتُہٗ میں نے اس کو مال دے دیا۔ تَمَوَّلْتُ اور اِسْتَمَلْتُ کے معنی ہیں میں بہت مالدار ہو گیا۔ مَوَّلَہٗ اس نے اسے مالدار کر دیا۔

قرآن حکیم میں آیا ہے:

وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ (البقرہ:۱۵۵)

”اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے تمہاری ابتلا کریں گے“ یہاں ابتلا کا مفہوم یہ ہے کہ جماعت مومنین جب اعلیٰ انسانی معاشرہ قائم کرنے کے لیے جدوجہد کرے گی تو اس میں جن مراحل سے گذرنا پڑے گا اس میں نَقْصٍ مِنَ الْاَمْوَال بھی ہو گا۔ جنگ و تصادم کا خوف و امکان بھی ہو گا۔ بھوک سے بھی گذرنا پڑے گا اور مال کی قربانی بھی ہو گی اور جان کی بھی اور باغات کی بھی۔ یہ سب کچھ نشوونما کے وہ مواقع بہم پہنچانے کے لیے ہو گا جس سے تم میں اس اعلیٰ انسانی معاشرہ کو چلانے کی استعداد پیدا ہو۔ اور تم میں ابطال سے مقابلہ کی صلاحیت پیدا ہو۔ جو لوگ ان دشوار گذار مراحل میں ثابت قدم رہیں گے قربانی اور استقامت سے قائم رہنے والے ایسے لوگوں کے لیے وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ کا وعدہ ہے۔ وہ بشارت یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ (الانبیاء: ۱۰۵) کی صورت میں انسانوں کے لیے رحمت بن جاتی

ہے۔ اس دنیا کی زندگی میں مال بذات خود شر کی چیز نہیں اس کا استعمال اس کو خیر و شر کے خانوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ اگر اس کا استعمال ایک سپرد امانت کے طور پر ہو تو ایسا مال انسانوں کے فعال کردار اور حسنات کی بڑی عملی زندگی میں انسان کے لیے خیر کی راہیں ہموار کر دیتا ہے۔ اسی طرح یہ اموال اللہ تعالیٰ کے نظام ربوبیت کے تقاضاؤں کے تحت انسانوں کے اجتماعی مفادات کے انسانوں کا مشترکہ ورثہ ہوں تو یہ فراوانی اور رحمت بن جاتے ہیں۔ یہ اموال انسانوں کو امانت کے طور پر عطا ہوئے ہیں ملکیت مطلق کے طور پر نہیں۔

لہٰذا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (التوبہ:۱۱۱)

”انہوں نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں اور اس کے عوض میں ان کے لیے جنت تیار کی ہے۔“

اگر یہی مال ہر فرد اپنی ذات اور مفاد کے لیے جمع کرتا جائے تو اس مال سے وہ جہنم تیار ہوتی رہتی ہے جس کے لیے قرآن حکیم میں واضح فرمایا گیا:

الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ ۙ﴿۲﴾ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۚ﴿۳﴾ كَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ ۖ﴿۴﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ؕ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ﴿۶﴾ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ؕ﴿۷﴾ اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۙ﴿۸﴾ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿۹﴾ (الھمزہ:۹-۲)

”جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کے رکھا سو وہ خیال رکھتا ہے کہ اس کا مال اسے ہمیشہ زندہ رکھے گا۔ ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ بخدا اسے حطمہ میں پھینکا جائے گا۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ حطمہ کیا ہے؟ وہ اللہ کی دہکتی ہوئی آگ ہے جو دلوں تک جا پہنچے گی۔ وہ ان (اہل جہنم) پر بند کی جائے گی۔ اس حال میں کہ وہ بڑے بڑے ستونوں میں

جکڑے ہوئے ہونگے۔"

مال کا اس طرح ذاتی مفادات کے لیے جمع کرتے رہنا سرمائیداریت کا نظام ہے۔ جب یہ نظام تشکیل پاتا ہے تو انسانیت کے استحصال کا سب سے بڑا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اس لیے قرآن حکیم نے مال جمع کرنے کے تمام راستے مسدود کرنے کے احکامات جابجا دیے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾ (النساء:۲۹)

"ایمان والو! ایک دوسرے کا مال آپس میں ناحق نادرانہ کھاؤ، ہاں اس صورت میں کھا سکتے ہو کہ آپس میں رضامندی سے ملا جلا کاروبار ہو (اور اپنے حصے کے مطابق ہر شخص اپنا حق لے لے) اور (دیکھو!) اپنی جانوں کو ہلاک نہ کرو، اللہ تمہارے لیے رحمت رکھنے والا ہے۔"

اس آیت میں دوسروں کا مال ان طریقوں سے کھانے کی ممانعت کی گئی ہے جو عدل و انصاف، معروف، دیانت اور سچائی کے خلاف ہیں۔ چوری، رشوت، غصب غلط بیانی، تعاون علی الاثم، خیانت اور مکاری کے طریقوں سے دوسروں کا مال لے لینا یہ سب اسی کے تحت داخل ہیں۔ ان کا گناہ ہونا تمام دنیا کے معروفات اور تمام شریعتوں میں مسلّم رہا ہے۔

سورۃ الفجر میں ہے کہ جو لوگ مال کی محبت میں اندھے ہو کر حقوق انسانی کی پاسداری نہیں کرتے تو ایسے لوگوں پر بالآخر ان کا رزق تنگ کیا جاتا ہے اور جب ان کا رزق تنگ ہو جاتا تو وہ باولے بن کر اپنے پروردگار سے بھی شکایتیں کرنے لگتے ہیں۔ یہ سب کچھ ان کے ساتھ اس لیے ہوتا ہے کہ وہ:

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿۱۷﴾ وَ لَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۱۸﴾ وَ تَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾ وَّ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾ ﴿الفجر:۱۶تا۲۰﴾

"بات یہ ہے کہ تم لوگ یتیم سے عزت کا سلوک نہیں کرتے۔ اور نہ ہی مسکین کو کھانا کھلانے پر ایک دوسرے کو اکساتے ہو (یعنی ایسا کوئی نظام نہیں بناتے) اور میراث کا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔ اور مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو۔"

سورۃ البقرہ میں فرمایا کہ نیکی کا معیار رسومات ہرگز نہیں کہ عبادت اِس رخ پر کرو یا اُس رخ پر کرو بلکہ وہ تو ایمان کی باتیں ہیں اور ایمان کے بعد سب سے اہم بات اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہِ محبت میں خرچ کرو۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۗ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ ﴿البقرۃ:۱۷۷﴾

"نیکی اور بھلائی (کی راہ) یہ نہیں ہے کہ تم نے (عبادت کے وقت) اپنا منہ پورب کی طرف پھیر لیا یا پچھّم کی طرف کر لیا (یا اسی طرح کی کوئی دوسری بات رسم ریت کی کر لی)۔ نیکی کی راہ تو ان لوگوں کی راہ ہے جو اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر، آسمانی کتابوں پر اور خدا کے تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہیں۔ خدا کی محبت کی راہ میں اپنا مال رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں کو دیتے ہیں اور غلاموں کو آزاد کرانے کے لیے خرچ کرتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اپنی بات کے پکے ہوتے ہیں، جب قول و قرار کر لیتے ہیں تو اسے پورا کر کے رہتے ہیں، تنگی و

مصیبت کی گھڑی ہو یا خوف و ہراس کا وقت، ہر حال میں صبر کرنے والے (اور اپنی راہ میں ثابت قدم) ہوتے ہیں تو بلاشبہ ایسے ہی لوگ ہیں جو نیکی کی راہ میں سچے ہوئے اور یہی ہیں جو برائیوں سے بچنے والے انسان ہیں۔"

اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَ الْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾ (الکھف:۴۶)

"مال و دولت اور آل و اولاد دنیوی زندگی کی دلفریبیاں ہیں۔ (چند روزہ اور ناپائیدار) اور جو نیکیاں باقی رہنے والی ہیں تو وہی تمہارے پروردگار کے نزدیک بااعتبار ثواب کے بہتر ہیں۔ اور وہی ہیں جن کے نتائج سے بہتر امید رکھی جاسکتی ہے۔"

قرآن حکیم میں مال و اولاد کو حیاتِ دنیا کی زینت قرار دیا گیا ہے، اور زینت کو اختیار کرنے کا اتنا ہی حکم ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے طیب رزق و اشیاء کی صورت میں مہیا کی ہیں۔ جو طیب نہیں ہے اس کے مقابلہ میں صالح عملی زندگی ہے وہی نتائج دینے والی ہوتی ہیں۔ قرآن حکیم نے کچھ اموال کے لیے اجتماعی نظم کی رہنمائی کی ہے۔ یہ اجتماعی نظم اقوام کی قومی ملکیت کی صورت میں منظم ہوتا ہے۔

مدینہ میں مرکزی حکومت "دولت عربیہ" قائم ہوئی تو اس فلاحی مملکت کے لیے اثاثوں کا نظم اجتماعی ملکیت کی صورت میں قائم ہوا۔ قرآن حکیم میں "فے" کے حوالے سے جو اموال کا ذکر ہے وہ اسی طرح کے اموال ہیں سورۃ الحشر میں ہے:

وَ مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَاۤ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْهِ مِنْ خَیْلٍ وَّ لَا رِكَابٍ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ یُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ ؕ (الحشر:۶)

"اور اللہ نے اپنے رسول کو ان سے جو مال فے دلوایا تو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ۔ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے تسلط دے دیتا ہے۔"

اس آیت سے متشرح ہوتا ہے کہ مال فے وہ ہے جو بغیر کسی لشکر کشی کے حاصل ہو جائے۔ جو مال بستیوں سے مرکز کو آتا تھا وہ بھی بغیر لشکر کشی کے حاصل ہوتا تھا۔

ایک فلاحی مملکت کے لیے یہی مال وسائل تھے اور ان کی تقسیم کے لیے سورۃ حشر میں ہی طریقہ کار بتایا گیا ہے:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ (الحشر:۷)

"(اس لیے) ان بستیوں کے لوگوں سے اللہ جو کچھ اپنے رسول کی طرف پلٹائے وہ اللہ اور رسول اور رسول کی رشتہ داری (جماعت) اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے خاص رہے گا۔ تاکہ وہ تمہارے دولتمندوں میں گردش نہ کرتا رہے۔"

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ بستیوں / صوبوں سے جو مال آتا تھا، ریاست پابند تھی کہ زکوٰۃ کے مال کی طرح اس کو حقداروں تک پہنچائے۔ سورۃ حشر کی آیت ۸ سے ۱۰ میں اموال فَے کے ان حقداروں کا بیان ہے۔

ان اموال کو نجی ملکیت میں دینے کے بجائے ضرورتمندوں کی کفالت اور دیگر اجتماعی ضرورتوں کے لیے قومی ملکیت میں رہنے دیا گیا۔ اور یہ حکمت بھی واضح کر دی گئی کہ مال و دولت دولتمندوں کے درمیان ہی گردش نہ کرتا رہے۔ اقوام کی اجتماعی ملکیت کا تحفظ خلفائے راشدین نے بھی قائم رکھا۔ جب عراق فتح ہوا تو اس کی زمینوں کی تقسیم کے لیے مجاہد جرنیلوں نے مطالبہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر ان کے مطالبہ کو رد کر دیا کہ یہ زمینیں عراقیوں اور ان کی آنے والی نسلوں کے لیے ہیں۔

❖❖